ISSN Online: 3006-4708
ISSN Print: 3006-4694
SOCIAL SCIENCE REVIEW ARCHIVES
https://policyjournalofms.com

Aurat March Slogans: Awareness or Misleading Narratives?

Imran Ali Pirzada[1], Ahsan Ali Shah[2] , Abdul Samad Sheikh[3]
[1] Lecturer, IBA Community College Dadu, Sindh. Email: imran.dadu@ibacc.edu.pk
[2] Lecturer Islamic studies, Govt Boys' Degree College Qasimabad. Email sainahsanshah@gmail.com
[3] JEST Government Boy's High school Waris Ghambhir. Email: abuhadi.asamad@gmail.com

DOI: https://doi.org/10.70670/sra.v3i3.2148

Abstract

This article critically examines the slogans associated with the Aurat March under the theme "Awareness or Misleading Narratives?" It explores whether these slogans genuinely promote women's rights and social awareness or contribute to conceptual confusion and ideological misrepresentation within society. The study analyzes selected placards and slogans through a socio-cultural, psychological, and religious lens, particularly within the context of Pakistani society.

The paper argues that while the discourse of women's rights is essential and legitimate, certain expressions and slogans reflect a reactionary and unbalanced narrative that may conflict with established moral, cultural, and religious values. By evaluating the language, symbolism, and implications of these slogans, the study highlights how some narratives tend to oversimplify complex social issues, potentially leading to polarization rather than constructive dialogue.

Furthermore, the article emphasizes the need for a balanced approach that acknowledges women's legitimate rights while remaining aligned with ethical, social, and religious frameworks. It concludes that meaningful advocacy requires clarity, responsibility, and cultural sensitivity, rather than ambiguity or provocation, to ensure genuine awareness and positive societal reform.

Keywords: Aurat March, Women's Rights, Slogans, Socio-Cultural Analysis, Pakistan, Narrative Critique

عورت مارچ کے نعرے: شعور کی بیداری یا فریب آمیز بیانیے؟

اسلام ایک ایسا پاکیزہ مذہب ہے جس میں اخلاقیات کے پہلو کو اس قدر اہم قرار دیا گیا ہے کہ اخلاقیات، اسلام کو باقی مذاہب سے ممتاز بناتا ہے، اگر اخلاقیات کو اسلام سے جدا کیا جائے تو اسلام کی امتیازی حیثیت باقی نہ رہ پائے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں بچیوں کی اچھی پرورش اور ان کی تربیت کو فرض اور حصول جنت کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں روح اور جسم کی پاکیزگی کے ساتھ الفاظ میں بھی حیا کی مداخلت کو لازمی جز قرار دیا گیا کہ بولو تو اچھا ورنہ خاموشی اختیار کرو۔ اور اگر یہ بولنا بچیوں اور عورتوں کی طرف سے ہو تو مزید تاکید آجاتی ہے کیوں کہ عورت اور حیا کا آپس میں ایک حسین امتزاج ہے۔ قرآن نے عورت کے حیا کی بات جگہ جگہ بیان فرمائی ہے۔ عورت کے پردے، اس کے گفتار، رفتار اور اس کی چال، اس کے زمین پر پائوں مارنے میں بھی حیا کو ایک لازمی جز قرار دیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی جس وقت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آرہی تھی اس قدر باحیا ہو کر کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حیا والی چال اور رفتار کو بھی قرآن میں بیان کیا ہے۔[i]

عورت مارچ، جو ہر سال 8 مارچ کو منعقد ہوتا ہے، خواتین کے حقوق کے اظہار کا ایک اہم پلیٹ فارم بن چکا ہے۔ گزشتہ چند برسوں میں عورت مارچ کے نعروں نے پاکستانی معاشرے میں شدید بحث کو جنم دیا ہے۔

ایک طرف ان نعروں کو خواتین کی خود مختاری کی آواز سمجھا جاتا ہے، جبکہ دوسری طرف انہیں گمراہ کن بیانیے قرار دیا جاتا ہے جو معاشرتی، اخلاقی اور ثقافتی اقدار کو چیلنج کرتا ہے۔ عورت مارچ کا بیانیہ موجودہ پاکستانی معاشرے میں ایک اہم اور متنازع موضوع بن چکا ہے۔ اس بیانیے کا مرکزی پہلو اس کے نعرے اور پلے کارڈز ہیں، جو بظاہر حقوقِ نسواں کی نمائندگی کرتے ہیں، مگر ان کے مقاصد، تعبیرات اور معاشرتی اثرات پر سنجیدہ سوالات بھی اٹھاتے ہیں۔ نعرے صرف الفاظ نہیں ہوتے بلکہ وہ معاشرتی سوچ اور رویوں کی تشکیل کرتے ہیں۔ عورت مارچ کے نعرے بھی اسی تناظر میں ایک اہم بحث کو جنم دیتے ہیں کہ آیا یہ شعور بیدار کرتے ہیں یا فکری انتشار کا سبب بنتے ہیں۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں مذہبی، اخلاقی اور ثقافتی اقدار بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، خواتین کے حقوق سے متعلق ہر بیانیے کو متوازن انداز میں پرکھنا ضروری ہے۔ عورت مارچ کے نعرے بھی اسی تناظر میں تجزیے کے متقاضی ہیں۔ اگرچہ خواتین کے حقوق کا حصول ایک مسلمہ ضرورت ہے، مگر ان حقوق کے اظہار کے لیے استعمال ہونے والی زبان اور نعروں کا تنقیدی جائزہ لینا بھی اتنا ہی ضروری ہے تاکہ پیغام میں وضاحت اور توازن برقرار رہے۔

آج بناتِ اسلام کی جس طرح کردار کشی ہو رہی ہے اور جس طرح ایک سازش کے تحت انہیں حرص و ہوس کی دلدل میں دھنسایا جا رہا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ آزادی نسواں کے دل فریب نعرے ملت اسلامیہ کی غیر ذمہ دار عوام کو بہکانے کے لیے کیوں؟

اگر آزادی نسواں واقعی ایک پر خلوص تحریک ہے تو اس کے نعرے فلسطین کی ان بناتِ اسلام کے لیے کیوں بلند نہیں ہوتے جو آدھی صدی سے زیادہ عرصہ یہودی ظلم و ستم کا شکار ہیں۔ ان مسلمان بہنوں کے لیے بلند کیوں نہیں ہوتے جو افغانستان و عراق سے قید کر کے کیوبا کی جیلوں میں پہنچائی گئیں؟ جہاں ان کے لیے ہر رات اغوا کاروں کا دہکتا ہوا بستر تیار ہوتا ہے۔ کیا ان عورتوں کے زخموں کی قسم انہیں محسوس نہیں ہوتی؟

جدید ذرائع ابلاغ میں مظلوم اور مظلوم کی داستانیں ہم سب پر عیاں ہیں جن کو لکھتے ہوئے میرا قلم قاصر ہے، کشمیر کی وادیوں میں آئے روز مسلم دوشیزاؤں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ حرص و ہوس کے بھوکے بھارتی ریچھ جب اپنی وحشت و بربریت پر اترتے ہیں تو زمین تھر تھرانے لگتی ہے۔

پاکستان میں حقوق نسواں کے علمبردار 8 مارچ کو ان مظلوم کشمیری عورتوں کے حقوق کے لیے مظاہرہ کرتے، ان ظالموں کی وحشت و بربریت کو دنیا کے سامنے عیاں کرتے، مسلم خواتین، ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی دلدوز چیخیں سن کر تو عالمِ اسلام میں قیامت ہو جانی چاہیے تھی۔ عافیہ صدیقی وطن عزیز کی بیٹی کے ساتھ کیا ہوا؟

اس مظلومہ پر کس نے آنسو بہائے؟

کیا کسی آزادی نسواں کی نام نہاد تنظیم نے بھی دکھاوے کے لیے ہی کوئی احتجاج کیا؟

کیا ان مظلوم مسلمان دوشیزاؤں کے لیے کراچی کے پلازہ یا کسی فائیو سٹار ہوٹل میں کوئی کانفرنس منعقد ہوئی تو جواب ملے گا ہر گز نہیں۔

کیوں......؟

کیا یہ مظلوم دوشیزائیں عورتوں کی صنف میں شامل نہیں؟ کیا ان کے حقوق اور باقی عورتوں کے حقوق میں فرق ہے؟

عورتوں کو کس طرح بہکایا جا رہا ہے۔ فقط زبانی کلامی حقوق، حقوقِ نسواں کے بلند نعروں کے ذریعے۔

عورتوں کی یہ غفلت اسلام دشمن عناصر کی فتح ہے۔ مغرب سے مغلوب لوگ اور حرص و حواس کے پجاری لوگ اپنے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے آپ کی عزت و عصمت سے کھیل رہے ہیں۔

اگر یہ نام نہاد "حقوقِ انسان" کی تحریک آپ کے حقوق کے لیے ہوتی تو یہ تحریک آپ کے ہاتھوں میں فحش عبارات اور تصاویر سے مزین پمفلٹ کبھی نہ تھماتی۔ قسم قسم کے پلے کارڈز جن پر فقط خلاف شرع، فحش و عریانیت پر مبنی تصاویر اور نعرے آپ کے ہاتھوں بلند نہ ہوتے۔ اگر یہ تحریک حقیقت میں آپ کے حقوق کی داعی ہوتی تو آپ کے ہاتھوں میں وہ پلے کارڈز ہوتے جن پر آپ کے یہ حقوق درج ہوتے۔

- مجھے میراث میں حصہ دو۔
- تعلیم میرا حق ہے۔
- بہترین مسلمان وہ ہوتا ہے جو عورتوں کے ساتھ اچھائی سے پیش آئے۔
- گھر کے کاموں میں عورتوں کا ہاتھ بٹانا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔
- مومنو! اپنی آنکھیں نیچے رکھو۔
- عورت کی عزت کا صرف مرد نہیں بلکہ ریاست بھی ذمہ دار ہے۔
- باعزت روزگار عورت کا بنیادی حق ہے۔
- ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔
- بیٹیوں کو اچھی تعلیم و تربیت دینے والا مرد جنت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھی ہو گا۔
- قیامت کے دن سب سے پہلے عورتوں کے حقوق کے بارے پوچھا جائے گا۔
- بیٹیاں اللہ کی رحمت ہیں۔
- ہمارا احترام سوسائٹی پر فرض ہے۔
- لڑکیوں کی اچھی تربیت جنت کی ضمانت ہے۔
- ہم مائیں بہنیں بیٹیاں قوموں کی عزت ہو۔

عورت مارچ کے پلے کارڈز

ذیل میں ایک مختصر فہرست دی جا رہی ہے۔اس فہرست میں جو بیان کرنے کے لائق نعرے ہیں وہ پیش کیے جائیں گے اور آگے ان پر تفصیل سے بحث ملاحظہ ہو۔ باقی کچھ نعروں کو ایک دوسرے میں ذم کیا گیا ہے الفاظ یا معانی ایک ہونے کی وجہ سے اور بعض کو قصداً نہیں لکھا گیا۔

1. میرا جسم میری مرضی
2. اگر دوپٹہ اتنا پسند ہے تو آنکھوں پہ ڈال دو
3. سڑک تمہارے باپ کی نہیں ہے
4. عورت بچے پیدا کرنے کی مشین نہیں ہے
5. مجھے کیا معلوم تمہارا موزہ کہاں ہے
6. مرضی کی ڈگری مرضی کی شادی
7. ماں کا، نانی کا، دادی کا سب کا بدلہ لیں گے
8. میں لالی پوپ نہیں عورت ہوں
9. تیرے اور میرے پھیپھڑے Same Same
10. میری غیرت میرا مسئلہ
11. طلاق یافتہ لیکن خوش
12. شرم و حیا کپڑوں میں نہیں سوچ میں
13. میری قمیض نہیں تیری سوچ چھوٹی ہے
14. یہ چادر یہ چار دیواری گلی سڑی لاش آپ کو مبارک

15. تیری ضرورت نہیں ہم کھیرا خرید سکتی ہیں۔
16. کھانا گرم کردوں گی بستر خود گرم کرلو
17. لمبا نہیں موٹا چاہیے۔
18. Dick Pics Apnay Pass Rakh
19. لو بیٹھ گئی صحیح سے
20. آگے نہیں اب پیچھے ڈالو
21. ڈالو مگر پیار سے
22. تمہاری مردانگی کی گواہ شہر کی دیواریں ہیں
23. شادی کے علاوہ اور بہت کام ہیں
24. اکیلی، آوارہ، آزاد
25. آوارہ نہیں آزاد ہوں
26. میں آوارہ میں بدچلن

ا۔ میرا جسم میری مرضی

ہر سال ۸ مارچ کو یوم خواتین پر حقوق نسواں کے دن کے نام پر نعرے لگائے جاتے ہیں اور اب تو کچھ عرصے سے باقاعدہ منصوبہ بندی سے کالج و یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات کو اس دن کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور مغرب زدہ نعرے ان کے ذہنوں میں بٹھا دیئے جاتے ہیں، عورت مارچ کے ذریعے معاشرے میں اپنے مذموم عزائم پھیلائے جاتے ہیں۔ ۸ مارچ ۲۰۲۰ کو ڈرامہ نگار خلیل الرحمن جاوید اور اباحیت و انارکیت کی پرچارک ماروی سرمد کے درمیان اس موضوع پر تلخ مباحثے نے سنگین صورت حال اختیار کرلی جس کے بعد قومی سطح پر ایک مکالمہ شروع ہو گیا۔ اس کے بعد حقوق نسواں کے نام پر بہت سے دعویدار اس نعرے کی حمایت میں منہ توڑ جواب دینے پر آ گئے۔ "میرا جسم میری مرضی" میں موجود سیکولر اور مسلم معاشرے کی مزاحمت کو دیکھتے ہوئے دانشوروں نے اس نعرے کو نئے مفاہیم دینے کی کوشش کی ہے جس کا ایک مختصر جائزہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ نعرہ لگانے والے نت نئی تاویلوں سے سامعین کے سامنے اس نعرے کے ناروا پیغام کو الجھانے بلکہ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں، حالانکہ لاہور کورٹ پہلے سے ہی اس نعرے کو غلط قرار دے چکا ہے۔ اور قومی مباحثے بھی ٹی وی ٹاک شوز میں اس نعرے کے لایعنی تکرار اور گفتگو میں بے جا مداخلت کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔ اس نعرے کو درست ثابت کرنے کے لیے بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد بچیوں سے بدکاری کی مذمت ہے، بعض دفعہ یہ بھی کہا جاتا ہے کبھی چھوٹی عمر کبھی جبری شادی کی مخالفت کو اس نعرے کا ہدف بنایا جاتا ہے کبھی اس سے مراد حصول اولاد کے بارے میں عورت کی رائے کو نظر انداز کرنا یا اس کی ملازمت کی آزادی دینا بتایا جاتا ہے۔ حالانکہ ٹی وی مباحثے میں اس نعرے کی سب سے بڑی علم بردار ماروی سرمد نے خود "ازدواجی تعلقات میں اپنی مرضی، اور بچے پیدا کرنے میں اپنی مرضی کا حوالہ دے کر ہی اپنے موقف، مراد، منشا اور دعوے کی نشاندہی کر دی ہے۔ اسی طرح اس کے ساتھ ساتھ لگائے جانے والے نعرے جن میں بعض اوپر بیان کیے گئے ہیں بھی اس نعرے کے غلط مقصد اور ناجائز مراد کو خوب واضح کرنے کے لئے کافی ہیں۔

بعض لوگ یورپ میں اس نعرے کے پس منظر اور آغاز کو اسقاط حمل کی حمایت میں جاری مغربی تحریک سے بھی جوڑتے ہیں۔ جب فیمنزم کے حامی مفکر جان سٹورٹ مل۔ عورت کی محکومیت۔ نامی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ۔شادی غلامی کی واحد صورت ہے جو اب تک ہمارے قانون کے تحت جائز ہے۔ شادی کا بندھن قانونی بدکاری کے مترادف ہے۔ اور عورت مارچ کے نعروں کو ملا کر دیکھا جاتا ہے تو بلاشبہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مغربی تحریک نسواں نکاح و بیاہ کی شدید مخالف ہے جو ابتدائے آفرینش سے ہر انسانی معاشرے اور تمام الہامی ادیان کا اہم سماجی تقاضا رہا ہے۔

نعرہ "میرا جسم، میری مرضی" کے کسی تاریخی اور تہذیبی پس منظر سے قطع نظر، اس کے ظاہری الفاظ بہت سے غلط معانی کی نشاندہی کرتے ہیں، جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

جسم انسان کی ملکیت نہیں، اللہ کی امانت ہے: اس نعرے میں "جسم کو میرا" کہا گیا ہے، حالانکہ اگر جسم انسان کی ملکیت ہوتا تو خودکشی کرنا جائز ہوتا اور انسان کے لیے اپنے جسمانی اعضاء کی خرید و فروخت بھی جائز ہوتی، جسے ہر تہذیب بھی برا اور ناجائز قرار دیتی ہے۔ جسم تو اسی رب اعلیٰ کی ملکیت ہے جس نے رحم مادر سے انسان کو پیدا کر کے بچپن اور کمزوری کے بعد جوان کیا اور ان تمام مراحل میں والدین اور عزیزوں کے دلوں میں اس سے محبت ڈالی اور ان کی یہ ذمہ داری قرار دی کہ وہ امراض سے بچائیں اور لباس کے ذریعے اس کی حفاظت کر کے اس کی تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیں۔ سو جسم تو انسان کا نہیں بلکہ سراسر اللہ کریم کی عطا اور امانت ہے!

ہماری آزادی "ہدایت نبوی" سے مشروط ہے" !میری مرضی" کے نظریے کو بالکل درست نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اپنے وجود اور خواہشات پر ایک مسلمان کلمہ پڑھ لینے کے بعد اللہ کی مرضی کو مقدم کرنے کا عہد کرتا ہے۔ مسلمان کا مطلب ہی یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات آئے تو وہ **سمعنا و اطعنا** کہہ کر سرِ تسلیم خم کر دے، اسی کو "اسلام" کہتے ہیں۔ یہ بجا ہے کہ اسلام نے بعض جگہ انسان کو مرضی کا اختیار دیا ہے، لیکن غیر مشروط مرضی اور مطلق العنان آزادی دراصل خالق سے بغاوت ہے جس کا کوئی مسلمان متحمل نہیں ہو سکتا۔ الغرض کلمہ طیبہ کے پہلے جز میں جب رب کریم کو اپنا معبود اور دوسرے جز میں اس کے رسول کی اطاعت کا دم بھر کر مسلمانی کا اقرار کیا گیا ہے تو پھر یہ پورا نعرہ ہی اس کلمہ طیبہ کی مخالفت کرتا ہے۔ اس نعرے کے مضمرات پر غور کریں تو پورا اسلام ہی اس کے نشانے پر ہے!

نکاح سے بالاتر، جنسی تعلقات

"میرا جسم میری مرضی" کا ظاہری مطلب دراصل نکاح سے بالاتر ہو کر مرضی کی بنا پر جنسی تعلقات کا فروغ ہے۔ محاورے میں عورت کے جسم سے صنفی تعلق ہی مراد لیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اگر نکاح کی پابندی کی مذمت، آوارگی اور بدچلنی کے نعرے کو بھی ملا لیا جائے تو اس کا واضح مطلب یہ بنتا ہے کہ جنسی تعلق کی بنیاد نکاح نہیں بلکہ صرف انسانی مرضی ہونی چاہیے۔ جو مرضی اگر نکاح سے قبل موجود ہو تو وہ تعلق جائز اور اگر نکاح کے بعد بھی وقتی طور پر موجود نہ ہو تو وہ "ازدواجی جبری زنا" کہلاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نعرے کے پس منظر، ماحول اور بنیاد کے پیش نظر اس سے وہی مفہوم لیا جائے گا جو مغربی تہذیب اور تحریک نسواں جنسی تعلق کو دیتی آئی ہے۔ اور مغرب کا پیش کردہ جنسی تعلق نہ صرف عوامی طور پر ان نعروں کے ذریعے فروغ پاتا ہے بلکہ اس سے قبل قانونی طور پر اکثر مغربی ممالک میں نافذ بھی کیا جا چکا ہے، جہاں ایک فیمینسٹ خواتین کے مطالبے کے تحت پاکستان میں بھی "شادی کے بعد جبری زنا" کا قانونی تصور موجود ہے جس کو عوامی سطح پر فروغ دینے کے لیے ایسے الحادی نعرے عام کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ ایک مسلمان کے نزدیک شادی سے قبل زنا بالرضا بہت بڑی فحاشی اور بدترین گناہ ہے، اور نکاح کے بعد شوہر کو جو استحقاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے یہ نعرہ شریعت کی ان واضح تعلیمات سے سیدھا سیدھا متصادم ہے۔ دوسری طرف اس امر میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ حسن سلوک کی نبوی حکمت کے پیش نظر شوہر کو بے رحمی والے رویے سے گریز کرنا چاہیے اور بیوی کو بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ بے راہ روی سے بچنے میں اپنے شوہر کی مدد کرے۔

قبل از بلوغت جنسی تعلق

کہا جاتا ہے کہ اس نعرے کے ذریعے نابالغ لڑکیوں سے جنسی زیادتی کی مذمت یا چھوٹی عمر میں حصول اولاد کی مشکلات کی تلقین کی گئی ہے۔ اگر اس نعرے سے مراد بچے کی پیدائش کے بعد جنسی تعلق یا اولاد کے حصول کی مرضی ہے تو اس امر میں کوئی شک نہیں کہ طبّی طور پر اگر کوئی بچی یا خاتون واقعی اس کی متحمل نہیں تو اس سے زیادتی بالکل نہیں ہونی چاہیے اور اگر کوئی عورت یا مرد عارضی طور پر اولاد سے گریز کرنا چاہتے ہیں تو اس معاملے میں کسی ایک پر دباؤ ڈالنے کی بجائے میاں بیوی کی مشترکہ رائے کا لحاظ ہونا چاہیے اور اسلام نسل کشی کے کسی بھی خانے سے ہر حال منع کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان جیسے مطالبوں کے لیے نعرے بھی ایسے موزوں ہونے چاہئیں جن میں ان معانی کی ایسی براہ راست نشاندہی پائی جاتی ہو جو گمراہی اور گمراہ کن چیزوں کا پیش خیمہ نہ ہوں۔ موجودہ صورت میں یہ نعرہ اعتدال اور شوہر سے مشاورت کی بجائے اکیلی عورت کی من مانی کا عکاس ہے۔

اسقاط حمل کی اجازت

چنانچہ اسقاط حمل کے لیے اس نعرے کے استعمال کی بات ہے، تو یوں سمجھیے کہ اسقاط حمل کے جواز پر مغرب میں یہ اتفاق نہیں ہو سکتا اور پاکستان میں تاحال ایک جرم ہے اور اسلام کی رو سے ایسا کرنا تو سراسر زندہ انسان کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔ یہ لوگ اپنے نعروں میں تمام تر امور کی بجائے مسلمات سے پہلے ہی دشمنی رکھتے ہیں، وگرنہ نظریاتی اور تحریکی شدت سے مسائل حل کرنے کی بجائے مزید ابہام کی طرف نہیں جاتے۔ ایک طرف عورت کا اختلافی حق ہے اور دوسری طرف ایک انسان کی زندگی سے کھلواڑ کا مطالبہ ہے، جس کو کوئی ذی عقل ہوشمندی اور اعتدال قرار دے گا۔

بچیوں سے زیادتی کی مذمت

اگر اس نعرے سے مراد چھوٹی بچیوں سے بدکاری یا زیادتی (ریپ) کی روک تھام ہے تو اپنے مطالبات کو صاف اور سیدھے الفاظ میں بیان کرنا چاہیے نہ کہ اس سلسلے میں اسلام کی دی گئی رہنمائی سے بھی انکار کرنا چاہیے۔ پہلی صورت میں اس کی رہنمائی سفاک مجرم کو سزا دینے کے بارے میں ہے اور دوسری صورت میں اسے اعلانیہ طور سنگسار کرنا ہے۔ ان دونوں سزائوں سے بڑی سزا مجرم کو دنیا کی کوئی تہذیب اور قانون نہیں دیتا اور اس کے بغیر ان جرائم کا خاتمہ بھی ممکن نہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ فیمنزم میں ریپ کو تو جرم کہا جاتا ہے لیکن زنا کو جرم نہیں سمجھا جاتا۔ گویا کہ اصل خرابی فعل بد میں نہیں بلکہ عدم رضا میں ہے۔

بہر حال اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تہذیب کی اساس تحفظ نسل کی پر ہے جو کسی مہذب معاشرے کا تقاضا بھی ہے۔ اگر ان جرائم کی روک تھام مقصد ہو تو سیدھے سادھے الفاظ میں اسلامی سزائوں کو نافذ کرنے کا مطالبہ کریں، وگرنہ اسلامی معاشرہ میں مغربی تہذیب کے نعرے اور استعارے دسیوں تاویلوں کے باوجود کب تک راہ پائیں گے اور یہ عورت مارچ کی جدوجہد کا اصل محور و مدعا ہے کہ اپنے حقوق اسلام کی بجائے مغربی تہذیب کی بنا پر مانگے جائیں اور اسی بات پر ہی عالمی اداروں سے فنڈنگ اور عالمی میڈیا سے سپورٹ ملتی ہے۔

۲۔ خود کھانا گرم کرلو

چند نظریاتی بیمار خواتین کا گروہ یہ پلے کارڈ اٹھا کر باقی خواتین کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ گھر میں اپنے شوہر اور اپنے بچوں کا کھانا گرم کرنا، پکانا یہ محض ظلم ہے۔ ہم ترقی یافتہ تعلیم یافتہ ہیں۔ اس لیے یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔

اگر یہ ذمہ داری آپ کی ترقی کے منافی ہے تو پھر دفتر، دکان اور کارخانہ میں غیر مردوں کے ساتھ کام کرنا، ان کا سیکریٹری بننا، اس کی خدمت کرنا اور اس کا خیال رکھنا یہ کس ترقی کا حصہ ہے؟ اور یہی جدید تعلیم جدید معاشرے کا تقاضا ہے کہ گھر میں اپنے شوہر اور اپنے بچوں کا خیال نہ رکھیں؟ گھر کی چار دیواری میں رہنا اگر حیوان کے برابر ہے، یہ رجعت پسندی، دقیانوسی اور پرانا طریقہ ہے تو کیا اگر کوئی عورت ہوائی جہاز میں ایئر ہوسٹس بن کر سینکڑوں آدمیوں کو کھانا کھلائے، ان کے سامنے ٹرے سجا کر لے جائے، یا ہوٹل میں ویٹرس بن کر ہر ایک کی خدمت کرے، کسی کی سیکریٹری بن جائے، کہیں پر ٹیلیفون آپریٹر بن جائے، کال گرل، گلوکارہ، فلم اسٹار بن کر سامعین کے دل لبھائے، ماڈل گرل بن کر جسم کی نمائش کرے تو یہ سب آزادی اور ترقی ہے؟ باقی گھر میں شوہر، بچوں، والدین کے لئے کام کرے تو یہ رجعت پسندی، جہالت اور دقیانوسیت ہے؟

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

اسلام نے عورت کو نہ تو گھریلو کاموں کی قید میں رکھا ہے اور نہ ہی انہیں ذلت قرار دیا ہے۔ بلکہ اسلام نے میاں بیوی کے تعلق کو محبت، رحمت اور تعاون پر قائم کیا ہے۔
قرآن مجید میں ارشاد ہے:
اوران کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو۔[ii]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کے کاموں میں خود بھی حصہ لیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ[iii]

نبی کریم ﷺ اپنے گھر والوں کی خدمت کرتے تھے، اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام گھریلو ذمہ داریوں کو کمتر یا باعثِ ذلت نہیں سمجھتا بلکہ انہیں باہمی تعاون اور حسنِ سلوک کا حصہ قرار دیتا ہے۔

نفسیاتی طور پر اگر گھریلو ذمہ داریوں کو "ظلم" قرار دیا جائے تو اس سے:

- خاندانی نظام میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے
- میاں بیوی کے درمیان فاصلے بڑھتے ہیں
- اور معاشرے میں منفی ذہنیت فروغ پاتی ہے

۳۔ مجھے کیا معلوم موزہ کہاں ہے

یہ پلے کارڈ بظاہر ایک طنزیہ اور غیر سنجیدہ جملہ ہے، لیکن اس کے پس منظر میں ایک مخصوص فکری ردِ عمل پایا جاتا ہے جو گھریلو ذمہ داریوں اور میاں بیوی کے باہمی تعاون کے تصور کو سوالیہ انداز میں پیش کرتا ہے۔

اس جملے کے ذریعے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ عورت پر گھریلو کاموں یا روزمرہ کے معمولی امور کی ذمہ داری ڈالنا ایک بوجھ یا غیر ضروری توقع ہے۔ تاہم، اس اندازِ فکر میں ایک انتہائی اور غیر متوازن ردِ عمل (extreme reaction) نظر آتا ہے، جو خاندانی نظام کی فطری حقیقتوں کو نظر انداز کرتا ہے۔

سماجی اعتبار سے یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی خاندان میں روزمرہ کے چھوٹے بڑے امور (جیسے کپڑے، کھانے پینے یا بچوں کی دیکھ بھال) مشترکہ زندگی کا حصہ ہوتے ہیں۔ ان امور کو "ذلت" یا "بوجھ" کے طور پر پیش کرنا دراصل ایک ایسی ذہنیت کو جنم دیتا ہے جو:

- خاندانی ہم آہنگی کو کمزور کرتی ہے
- باہمی تعاون کے تصور کو متاثر کرتی ہے
- اور چھوٹے معاملات کو غیر ضروری تنازعے میں بدل دیتی ہے

نفسیاتی طور پر یہ رویہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کوئی فرد روایتی ذمہ داریوں کو مکمل طور پر "جابرانہ نظام" کے طور پر دیکھنے لگے، جس سے توازن ختم ہو جاتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر

اسلام خاندانی زندگی کو محبت، رحمت اور تعاون پر قائم کرتا ہے، نہ کہ طنز، بوجھ یا مقابلہ بازی پر۔
قرآن مجید میں فرمایا گیا:

اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کرو۔[iv]

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے عملی طور پر گھریلو زندگی میں نرمی اور تعاون کا نمونہ پیش فرمایا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ [v]

یہ تعلیمات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اسلام میں گھریلو ذمہ داریاں عزت اور باہمی محبت کا حصہ ہیں، نہ کہ حقارت یا طنز کا موضوع۔

۴۔ پدر شاہی سے آزادی:

اس نعرے کے استعمال اور عمومی پیشکش میں اکثر ایک ایسا فکری ابہام پایا جاتا ہے جو خاندانی اور سماجی نظام کو مجموعی طور پر ظلم کے تصور سے جوڑ دیتا ہے۔ پدر شاہی سے آزادی کا مطلب یہ ہے کہ والدین کی کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ مغرب نے جب اس طرح کی آزادی دی تو آج اس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ مغرب میں آج ناجائز بچوں کی تعداد جائز سے زیادہ ہے۔ اب وہاں عورت کے لئے ''بیک ٹو ہوم'' کے نعرے لگ رہے ہیں۔

''پدر شاہی (Patriarchy) '' سے مراد عموماً وہ سماجی ڈھانچہ لیا جاتا ہے جس میں مرد کو خاندان یا معاشرے میں مرکزی حیثیت حاصل ہو۔ تاہم مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اس اصطلاح کو ہر قسم کی مرد و عورت کے باہمی نظام، والد کی ذمہ داری، یا خاندانی قیادت کے تصور پر مکمل طور پر منفی لیبل کے طور پر استعمال کیا جائے۔

سماجی سطح پر یہ نعرہ بعض اوقات ایک انتہائی (extreme) ردِ عمل کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جس میں:

- خاندانی قیادت کو مکمل طور پر ''جبر'' کے طور پر پیش کیا جاتا ہے
- والد یا مرد کے کردار کو صرف استحصال سے جوڑا جاتا ہے
- اور روایتی خاندانی نظام کو یکسر مسترد کرنے کی سوچ پیدا ہوتی ہے

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ زیادہ تر معاشروں میں خاندان کا نظام ذمہ داری، حفاظت، کفالت اور نظم پر قائم ہوتا ہے۔ ہر نظام میں قیادت کا ہونا ناگزیر ہے، اصل مسئلہ اس قیادت کے غلط استعمال کا ہے، نہ کہ قیادت کے تصور کا۔

نفسیاتی طور پر اگر کسی معاشرتی تصور کو مکمل طور پر ''ظلم'' قرار دے دیا جائے تو اس کے نتیجے میں:

- غیر ضروری تصادم پیدا ہوتا ہے
- باہمی اعتماد کمزور ہوتا ہے
- اور اصلاح کے بجائے ردِّ عمل کی شدت بڑھ جاتی ہے

متوازن رویہ یہ ہوتا ہے کہ کسی بھی نظام کے غلط استعمال کی اصلاح کی جائے، نہ کہ پورے نظام کو رد کر دیا جائے۔

اسلام میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق اور ذمہ داریاں واضح طور پر بیان کی گئی ہیں۔ اسلام نے مرد کو ''حاکم'' نہیں بلکہ قوام (نگہبان اور ذمہ دار) بنایا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۚ [vi]

مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

یہ آیت ظلم یا بالادستی نہیں بلکہ ذمہ داری اور کفالت کے نظام کو بیان کرتی ہے۔اسی طرح اسلام نے عورت کو بھی عزت، ملکیت، تعلیم اور رائے کا حق دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي [vii]

تم میں بہترین وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بہترین ہو۔

یہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ اسلامی خاندانی نظام جبر نہیں بلکہ عدل، محبت اور ذمہ داری پر قائم ہے۔

۵۔شرم وحیا کپڑوں میں نہیں سوچ میں ہے ۶۔میری قمیض نہیں تیری سوچ چھوٹی ہے

اسلام میں حیا صرف اندرونی کیفیت نہیں بلکہ ظاہر اور باطن دونوں کا مجموعہ ہے۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الحیاء شعبة من الإیمان [viii]

حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔
اسلام میں لباس بھی حیا کے اظہار کا ایک اہم ذریعہ ہے۔قرآن مجید میں مردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہ نیچی رکھنے اور پردے کی تاکید کی گئی ہے [ix]، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ظاہر اور باطن دونوں اہم ہیں۔
اس لیے اسلام یہ نہیں کہتا کہ حیا صرف کپڑوں میں ہے، لیکن یہ بھی نہیں کہتا کہ کپڑوں کی کوئی اہمیت نہیں۔دونوں میں توازن ضروری ہے۔
سماجی طور پر جب ایسے نعروں کے ذریعے یہ تاثر دیا جائے کہ لباس یا پردے کی کوئی اہمیت نہیں، تو اس کے نتیجے میں:

- معاشرتی حدود کمزور ہو سکتی ہیں
- اخلاقی معیار میں ابہام پیدا ہوتا ہے
- اور مختلف طبقات کے درمیان تصادم بڑھ سکتا ہے

نفسیاتی طور پر بھی انسان کا لباس اس کی شناخت، عزت اور سماجی رویے کا حصہ ہوتا ہے، اس کو مکمل طور پر نظرانداز کرنا ایک یک طرفہ سوچ کی نمائندگی کرتا ہے۔

۷۔میں آوارہ بد چلن

ان الفاظ اور بدگمانی سے جو اس پلے کارڈ پر درج عبارات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنسی زیادتی سے زیادہ انہیں نکاح ناپسند ہے، گھر بار بنانا اور بچے نہیں بلکہ بڑا مقصد عیاشی ہے اور حدود و قیود سے انہیں نفرت، عریانیت، فحاشی اور خود نمائی سے انہیں پیار ہے۔"ورنہ میں اکیلی، آوارہ، بد چلن "کا نعرہ اٹھا کر کوئی شریف خاتون سڑک پر نہیں نکل سکتی۔اس معاشرے میں نہیں دنیا کے کسی دوسرے مہذب ملک میں بھی اگر ایک نوجوان لڑکا "میں اکیلا، آوارہ اور بد چلن "کا نعرہ بلند کرتا ہے تو ذہنی امراض کے مریض کی طرح سمجھا جائے گا یا والدین، صحیح داروں اور تنظیموں سے وہ جوتیاں کھائے گا کہ خدا کی پناہ۔ان مظاہروں سے خواتین کی مشکلات مزید بڑھیں گی۔حقوق نسواں کے مخالف پسماندہ ذہن اسے سمجھیں گے اور طور پر استعمال کریں گے اور شریف زادیاں منفی رجحان کا شکار ہوں گی۔حکومت کا فرض ہے کہ ان مظاہروں کے خلاف کارروائی کرے، ان پر پابندی لگائے اور شریف شہریوں کی دل آزاری، اشتعال انگیزی اور بد اخلاقی پیدا کرنے کے الزام میں مظاہرین کے خلاف

مؤثر کارروائی کرے اور مظاہرہ کے اہتمام کرنے والی تنظیمیں کسی پوشیدہ ایجنڈے پر کام کر رہی ہیں۔ کیا یہ پاکستان میں بدامنی، فساد اور اختلافات پیدا کرنے کی سازش نہیں؟ عمران پاکستان کو ریاست مدینہ بنانے کے خواہاں ہیں اور فحش بیانی کا کہنا ہے مگر کیا مادر پدر آزاد آوارہ ذہن معاشرے کو اس راستے پر ڈالا جا رہا ہے جس میں مردوں سے مردوں، عورتوں سے عورتوں کی شادی، نکاح کے بغیر بچے پیدا کرنا، جنسی بے راہ روی اور لواطت کی آزادی ہو اور مرد و عورت کا رشتہ دوست، عزیز اور ہمدرد و خیر خواہ کا نہیں بلکہ حریف بدخواہ اور جنسی ضرورت مند کا ہو۔ جانوروں کی طرح بھوک پیاس مٹائی اور چل دیے۔

۸۔ تیرے اور میرے پھیپھڑے (Same Same)

مرد اور عورت برابر:

جب بھی عورت کو حق کی بات کہی جاتی ہے تو الزاماً اسلام کے معاشرتی نظام پر اشکال کیا جاتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورتوں پر بہت ظلم کیا ہے، اسے حقوق سے محروم رکھا ہے اور اسے قیدی بنا کر رکھ دیا ہے۔ حالانکہ دوسری طرف آزادی نسواں کے علمبرداروں کا حال یہ ہے کہ وہ عورتوں سے دفتروں میں، کارخانوں میں کام بھی کراتے ہیں اور دوسری طرف انہیں سے بچے پیدا کراتے ہیں۔ جبکہ ان کی پرورش بھی عورتوں کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔ آج کے دور میں جو بہت زیادہ ترقی یافتہ اور روشن خیال اور آزادی نسواں پر یقین رکھنے والے لوگ ہیں وہ اپنی عورتوں کو اگر بہت زیادہ بااختیار بنا دیتے ہیں تو یہ کرتے ہیں کہ بچوں کی پرورش کے لیے کوئی دوسری عورت رکھ لیتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ طرح طرح کی زیادتی کی جاتی ہے۔ اب کوئی بتائے کہ وہ دوسری عورت کیا عورت نہیں ہے؟ جہاں تک اسلام کی بات ہے تو اس سلسلے میں بس اس حقیقت کو جان لینا ہی کافی ہے کہ عورتوں کے حقوق و اختیارات کی بات کرنے والے لوگ، ممالک اور ادارے تو ابھی سوڈیڑھ سو سال پہلے سامنے آئے ہیں جبکہ اسلام نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی عورتوں کو ہر قسم کے مظالم سے اور زیادتیوں سے آزادی دی تھی۔ سب سے پہلے اسلام نے یہ تصور عام کیا کہ حقیقت انسان کے مرد و عورت دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور دونوں اشرف المخلوقات ہیں، ورنہ اس سے پہلے کے مذاہب اور تہذیبیں تو عورت کو انسان بھی ماننے کے لیے تیار نہیں تھے، چہ جائے کہ انہیں حقوق دیتے۔ جو حقوق عورتوں کو اسلام نے دیے ہیں اور جس فیاضی سے دیے ہیں وہ دنیا کی کوئی بھی تہذیب یا ادارہ آج تک نہ دے سکا۔ اسلام نے عورت کو ہر حیثیت سے ایک منفرد مقام دیا ہے اور باقاعدہ اس کا تعین کیا ہے۔ اگر بیوی ہے تو گھر کی ملکہ ہے۔ اگر بیٹی ہے تو والدین کے لیے رحمت و برکت ہے۔ بہن ہے تو اس کی پرورش کرنے والے بھائی کے لیے جنت کی بشارت ہے اور اگر ماں ہے تو اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ عورت کے حوالے سے اسلام کا یہ جامع تصور ہے، کیا اتنا پاکیزہ اور جامع تصور کوئی بھی تہذیب پیش کر سکتی ہے؟ اس کے علاوہ اسلام نے عورتوں کے تعلیمی، معاشرتی و معاشی حقوق و اختیارات کو بھی واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ماں کی گود کو بچے کی پہلی تعلیم گاہ قرار دیا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ عورت کا تعلیم یافتہ ہونا اور مہذب ہونا کتنا ضروری ہے۔ انہیں حلال روزی کمانے اور اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا پورا اختیار ہے۔ کسی کو اجازت نہیں کہ اس کے مال میں تصرف کرے۔ شادی بیاہ کے معاملے میں اگرچہ ولی کو لڑکا تلاش کرنے اور پسند کرنے کا اختیار ہے لیکن لڑکی کی مرضی اور خواہش کے بغیر کہیں بھی اس کی شادی نہیں کی جاسکتی۔ اس کی رضامندی ضروری ہے۔ اسلام نے اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے عورت کی فطری حالت اور ساخت کو بھی مدنظر رکھا ہے اور اس وجہ سے بہت معاملوں میں مردوں کے احکام الگ ہیں جبکہ عورتوں کے الگ ہیں اور اس میں کسی تعجب کی بات بھی نہیں ہے۔ کیونکہ تم سب دیکھتے اور جانتے ہو کہ چاہے انسان کا معاملہ ہو یا حیوان کا یا کسی بھی چیز کا، ہر چیز کی صلاحیت اور وسعت ہوتی ہے، اس کے مطابق اس پر ذمہ داری عائد کی جاتی ہے یا اس کے مطابق اس کو اختیارات دے دیے جاتے ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کی زندگی بھر کے تمام تر معاملات میں مکمل رہنمائی کرتا ہے اور عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے حقوق اور اختیارات طے کرتا ہے۔ اگر دونوں اپنے اپنے دائرے میں رہ کر انہیں برتیں تو انسانی معاشرہ ہر طرح سے خوشحال اور پُرامن بن سکتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کے دور میں خود مسلمانوں کا بھی ایک بڑا طبقہ دین اسلام کی تعلیمات و ہدایات سے دور ہو چکا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہمارے معاشرے میں بے شمار خرابیاں جنم لے چکی ہیں اور بہت سے بددل لوگ مسلمانوں کی عملی خامیوں کو اسلام سے جوڑ کر دیکھتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے معاشرے میں مرد و زن کے حقوق و اختیارات کے حوالے سے اسلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل کریں۔

۹۔ یہ چادر یہ چار دیواری گلی سڑی لاش آپ کو مبارک

اس نعرے سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ :

چادر اور چار دیواری میں نہیں رہنا چاہیے۔ ہم آزاد ہیں اور چار دیواری قید کی علامت ہے۔ مغرب کی غلام خواتین گروہ تجدید چاہتی ہیں اور اسلامی قوانین کو اپنے اوپر بوجھ سمجھتی ہیں۔ نتیجتاً بے پردگی اور عریانی کی وجہ سے کسی درد وہ صفت انسان سے اپنی عزت وعصمت گنوا بیٹھتی ہیں۔ اسلام کے اندر عورت کو مکمل تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے :

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ[x]

اور تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی۔

اس آیت سے واضح ہے کہ عورت کا اصل دائرہ کار اور ذمہ داری اس کے گھر کی ہے۔ باقی تمام ذمہ داریوں سے شریعت نے اسے بری کر دیا ہے۔ صرف ضرورت کے وقت وہ گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور وہ بھی پردے کی پابندی کے ساتھ۔

عورت، چار دیواری اور اسلام:

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ حکم ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ٹھہر کر رہیں اور شرعی ضرورت وحاجت کے بغیر اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے اس عمل کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مرد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں شریک ہو کر فضیلت لے گئے اور ہمارا تو کوئی ایسا عمل نہیں جسے بجالا کر ہم جہاد کرنے کا درجہ پاسکیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: "تم میں سے جو اپنے گھر میں ٹھہری رہے گی وہ ان مجاہدین کا درجہ پائے گی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔[xi]

اس روایت سے ہمارے معاشرے کی ان عورتوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو بلاضرورت شرعی گھروں سے باہر نکلتی ہیں اور گھومتی پھرتی ہیں اور بازاروں کی رونق بنتی رہتی ہیں۔ اگر یہ عورتیں گھروں میں رہیں تو ان کو اللہ ورسول کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی طرح ثواب ملے گا۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ دین اسلام میں عورت کو گھر میں ٹھہر کر رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے مقصود یہ ہرگز نہیں کہ دین اسلام عورتوں کے لیے یہ چاہتا ہے کہ جس طرح پرندے پنجروں میں اور جانور باڑے میں زندگی بسر کرتے ہیں، اسی طرح عورت بھی پرندوں اور جانوروں کی طرح زندگی بسر کرے، بلکہ اسے یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اس میں اس کی عزت وعصمت کا تحفظ زیادہ ہے۔ اسے سمجھنا چاہیے کہ جس شخص کے پاس حقیقی خزانہ ہو وہ اسے لے کر عام بازاروں میں نہیں گھومتا بلکہ اسے مضبوط جگہ پر رکھنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ محفوظ رہے اور کوئی غیر اسے لوٹنے کی کوشش نہ کر سکے اور اس کا یہ عمل متقی اور پرہیزگار لوگوں کی نظروں میں بہت اچھا اور قابل تعریف ہے اور اس کے بجائے اگر وہ شخص اپنا حقیقی خزانہ لے کر عام بازاروں میں گھومنا شروع کر دے اور لوگوں کی نظریں اس پر پڑتی رہیں تو عین ممکن ہے کہ اسے دیکھ کر کسی کی غلط نیت پیدا ہو جائے اور وہ اسے لوٹنے کی کوشش کرے اور وہ شخص جاہل اور بے وقوف کے خطابات سے نوازا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حقیقی خزانے کا زیادہ تحفظ اسے مضبوط لاکر میں رکھنے میں ہے نہ کہ اسے لے کر بازاروں میں گھومنے میں اور اسی طرح عورت کی عصمت کا زیادہ تحفظ اس کے گھر کے اندر رہنے میں ہے کہ وہ غیر مردوں کے سامنے نہ آئے اور ان کے درمیان نہ گھومے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود کو دانشور کہلانے والے وہ لوگ حقیقت میں دانش وحکمت سے نہایت دور ہیں جو دین اسلام کے اس حکم کے بنیادی مقصد کو پس پشت ڈال کر اور دوسروں کے طرز زندگی سے مرعوب ومغلوب ہو کر بلاوجہ مذہب پر اعتراضات کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی نظروں میں اسلام کے احکام کی قدر وقیمت کم ہو جائے، عورت اسلامی احکام کو اپنے حق میں بوجھ تصور کرے اور وہ اپنی عصمت جیسی حقیقی دولت سے بھی دستبردار ہو جائے۔

۱۰۔ عورت بچہ پیدا کرنے کی مشین نہیں

افسوس ہوتا ہے کہ اس طرح کے پلے کارڈ ہمارے وطن عزیز میں خواتین نے اٹھا رکھے ہیں۔ دراصل یہ مغربی سوچ ہے۔ اب تو اہل مغرب بھی اس سوچ سے رجوع کر رہے ہیں کیونکہ وہاں خاندانی نظام مکمل طور پر درہم برہم ہو چکا ہے، اس بات پر بہت افسوس ہے۔ لیکن یہاں یہ سوچ دے کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ تربیت یافتہ اور مہذب سوچ رکھنے والی عورت یہ نعرہ نہیں لگاتی کیونکہ اولاد سے خاندان مضبوط ہوتے ہیں۔ اور جب انسان بوڑھا ہوتا ہے تو اپنی اولاد کے سوا اس کا کوئی سہارا نہیں ہوتا جو بیماری، دکھ، درد میں ساتھ دیتی ہے۔ اگر اولاد نہ ہو تو مغربی معاشرے کی طرح یہاں بھی ہر شہر میں کثرت سے Old Houses ہوتے، اور بوڑھا ہونے کا وقت ہر ایک کے لیے پریشانی کا باعث بنے گا۔ حدیث پاک میں بھی کثرت اولاد کی ترغیب دی گئی ہے۔ فرمان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا: مجھے ایک عورت ملی ہے جو اچھے خاندان والی بھی ہے، خوبصورت بھی ہے لیکن اس سے اولاد نہیں ہوتی، تو کیا میں اس سے شادی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں" پھر دوسری بار آیا تو آپ نے اسے منع فرمایا۔ پھر تیسری بار آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خوب محبت کرنے والی اور خوب بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو، کیونکہ (قیامت کے دن) میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔[xii]

پلے کارڈز

- میری غیرت میرا مسئلہ
- شرم و حیا کپڑوں میں نہیں سوچ میں
- اگر دوپٹہ اتنا پسند ہے تو اپنی آنکھوں پہ باندھ لو
- یہ چادر، چار دیواری گلی سڑی لاش آپ کو مبارک
- میں آوارہ، میں بد چلن
- تمہارے باپ کی سڑک نہیں
- آوارہ نہیں آزاد ہوں
- میری قمیض نہیں تیری سوچ چھوٹی ہے

یہ تمام نعرے "پردہ" کے مخالف ہیں جو پردہ شعار اسلام میں سے ہے۔ ان نعروں کے ذریعے یہ عورتیں اس بات کا اظہار کر رہی ہیں کہ عورت کے لیے پردہ کوئی ضروری چیز نہیں، عورت جیسے چاہے لباس پہنے، جیسے چاہے اپنا رہن سہن رکھے، کوئی چار دیواری عورت کے لیے کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔

بے پردگی فتنہ ہے۔

اسلام امن و سلامتی کا ضامن اور فتنہ و فساد کا خاتمہ کرنے والا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

الفتنہ اشد من القتل[xiii]

ترجمہ: فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔

کیونکہ قتل سے تو ایک یا دو جانوں کی ہلاکت ہوتی ہے لیکن فتنہ سے ہزاروں جانوں کے ضیاع کا احتمال ہے۔ قرآن پاک کے نزدیک فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے جو انسان کے دل و دماغ میں کشش پیدا کرے اور آخر کار اس کی عقل خراب اور اس کے عزم و استقامت میں خلل پیدا کر دے، جس کی بناء پر وہ صداقت پر قائم رہنا مشکل پا لے۔ عورتوں کو گمراہ کرنے کے لیے سب سے زیادہ حجاب شکنی پر زور دیا گیا اور تمام تر کوششیں یہاں پردے کر ختم کرنے کی کی گئی کیونکہ سب سے پہلے نظر بہکتی ہے، پھر دل بہکتا ہے اور پھر نفس بہکتا ہے۔

بخارا کے اندر جب روسی کمیونسٹ داخل ہوئے تو انہوں نے بنات اسلام کے سروں سے چادر کھینچی، ان کی عزت و آبرو کے گوہر کو لوٹا اور اس کے لیے انہوں نے معاشرے میں بگاڑ کے لیے ایسے ہتھکنڈے اپنائے کہ یہاں لڑکیاں ان کے جال میں پھنس کر چلی گئیں۔

بخارا کی سڑکوں پر برقعوں کو جلایا گیا اور جن غیر تمند خواتین نے برقعہ اتارنے سے انکار کیا ان کے سروں سے زبردستی برقعے اٹھائے گئے۔

بخارا کا انقلابی شاعر تاق ابوالقاسم لکھتا ہے:

عیب باشد که تو در پرده و خلق آزاد   حیف باشد که تو در خواب و جهانِ بیدار

ترک چادر کن مکتب بر و درس بخوان   شاخه جهل ندارد ثمرے جز ادبار

یعنی: یہ کتنی بری بات ہے کہ تم پردے میں ہو اور دنیا آزاد ہے، افسوس کہ تم محو خواب ہو اور دنیا بیدار ہے۔
چادر چھوڑ و اور مکتب جاؤ اور تعلیم حاصل کرو۔ جہالت کی شاخ پر پسماندگی کے سوا کوئی پھل نہیں لگتا۔

چادر، پردہ خواتین کے حقوق و عصمت کا ایک ایسا تحفظ ہے جس میں عورت خود کو محفوظ کر سکتی ہے۔ اس کی طرف اٹھنے والی مکروہ نگاہیں ناکامی کے ساتھ واپس لوٹ جاتی ہیں اور یہ حسین و جمیل قدر بھی اسلام ہی کی عطا کردہ ہے۔ فرمایا:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ[xiv]

اے نبی کریم! آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔

تمام جاہلی تہذیبوں میں خواہ مشرقی ہوں یا مغربی، قدیم ہوں یا جدید، عورت کو ایک کھلونا سمجھا جاتا رہا اور سمجھا جاتا ہے۔ ہوس ناک نگاہیں اس کے تعاقب میں، ذرا شرم محسوس نہیں کرتی۔ جب تک عورت اپنے حقوق سے ناواقف اور ناآشنا تھی اس وقت ہمیشہ اسے مختلف قصروں اور محلوں کی زینت بننے پر مجبور کیا جاتا رہا اور جب اسے اپنے حقوق سے آگاہی ہوئی تو پرانے شکاریوں نے اس کو پھنسانے کے لئے نئے جال بچھا دیے، انہوں نے اپنا سارا فلسفہ اور زور قلم اس کو یہ باور کرانے میں لگے ہیں کہ اب تو آزاد ہے۔ تجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ تو بن سنور کر ہار سنگھار کر کے گھر سے نکلے، تیرا جو جی چاہے تو بازاروں میں اور شاہراہوں پر گھومے، کسی بھی محفل میں کسی بھی غیر محرم کے ساتھ کسی بھی لباس میں جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح مردوں کا خالق ہے اسی طرح عورتیں بھی اسی کو مخلوق ہیں۔ وہ دونوں سے پیار کرتا ہے اور اسے دونوں کی خیر خواہی مطلوب ہے۔ وہ جس طرح مردوں کو آبرومندانہ اور پُر وقار زندگی گزارنے کا حکم دیتا ہے اسی طرح وہ عورت کو بھی عفت و عصمت اور شرم و حیا کا پیکر بن کر رہنے کی تلقین کرتا ہے۔[xv]

حیا کی اہمیت کا اندازہ اس واقعے سے لگائیے کہ غزوہ احد کے موقع پر ایک خاتون صحابیہ ہیں جن کا نام ام خالد (ام کلثوم بنت عقبہ) رضی اللہ عنہا تھا، ان کے بیٹے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں گئے اور شہید ہو گئے۔ اللہ رب العزت کی شان کہ وہ اپنے بیٹے کی معلومات کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں، اس وقت وہ مکمل طور پر پردے کی حالت میں تھیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہچانا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا جوان بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ ایک صحابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا کہ دیکھو تو اتنی بڑی خبر کہ جوان بیٹا شہید ہو گیا ہے، اس کے باوجود یہ عورت اتنے پردے کی حالت میں نکلی ہے، تو ام خالد رضی اللہ عنہا سن کر یہ فرماتی رہیں: میرا بیٹا فوت ہوا ہے، حیا فوت نہیں ہوئی۔[xvi]

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ الّٰہ تو کیا حاصل   دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

بہت سی عورتیں جو خاندان کی وجہ سے مسلم کہلوائی ہیں انہیں مغربی تعلیم نے سپورٹ کر کے اس حد تک پہنچادیا کہ وہ اپنے ہاتھوں میں ایسے پلے کارڈ زاٹھائے پھرتی ہیں جن پر ایک عورت کی تصویر چست لباس سے چھپائی گئی ہے اور اس کی ٹانگیں کھلی ہیں اور لکھا ہے کہ "لو بیٹھ گئی صحیح سے "اسی طرح کسی پر مرد کی شرمگاہ کی تصویر بنا کر پلے کارڈ زاپنے ہاتھوں میں لے کر مارچ کر رہی ہیں۔

یہ شعر ایسی تعلیم کا بہترین عکاس ہے:

رہی تعلیم مشرق میں، نہ مغرب میں رہی غیرت یہ جتنے پڑھتے جاتے ہیں، جہالت بڑھتی جاتی ہے

اشاعت فحاشی کے متعلق وعیدات:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ[xvii]

بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں فحاشی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہ فحاشی کی اشاعت ایک جامع بات ہے جس میں زنا، تہمت زنا، فحش باتوں کا چرچا کرنا اور انسان کو زنا کی طرف مائل کرنے والی باتیں اور حرکتیں کرنا سب شامل ہیں۔ موجودہ زمانہ میں اشاعت فحش کے نئے اور جدید طریقے ایجاد ہو گئے ہیں۔ مثلاً نائٹ کلب، مخلوط تیراکی کے مظاہرے، مخلوط تعلیم کے نظام، عشق بازی کا جنون پیدا کرنے والی فلمیں، جنسی بے راہ روی پیدا کرنے والے اور اخلاق خراب کرنے والے اور ذہنوں پر عورت کا بھوت سوار کرنے والے ڈرامے اور طرح طرح کے اشتہارات، حسن کے مقابلے، فیشن شوز میں عورتوں کی نیم برہنہ تصویریں اور ڈانس کے پروگرام وغیرہ۔

فلمی گانوں اور ڈراموں میں عشق و محبت کے نام سے مسلمانوں کو بے شرم و بے حیا بنانے کا کام تیزی سے جاری ہے۔ نوجوان بہن، نوجوان بھائی اور ماں باپ ایک ساتھ بیٹھ کر فحش مناظر دیکھتے ہیں اور ان کو کچھ غلط محسوس نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کی آنکھوں سے شرم و حیا کا پانی خشک ہو چکا ہے۔ والدین جو اس جرم کے برابر شریک ہیں اور اپنی اولاد کو بے حیا بننے سے نہ روکتے ہیں نہ ٹوکتے ہیں بعض اوقات تو والدین خود سہو لتکار بنتے دکھائی دیتے ہیں۔ ٹک ٹاک کی دنیا ایسے معاملات سے کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ کبھی حیا امت مسلمہ کی پہچان اور اصل زیور سمجھا جاتا تھا اور ایسا لگتا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دین دشمنان اس زیور کو امت مسلمہ سے چھیننے میں کامیات ہو گئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
والحیاء شعبہ من الایمان[xviii]
حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ[xix]

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہہ دو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: بے شرمی کے کام، خواہ کھلے ہوں یا چھپے، اور گناہ اور ناحق زیادتی، اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک کرو جس کے لیے اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کا تمہیں علم نہ ہو کہ وہ حقیقت میں اسی نے فرمائی ہے۔

مزید فرمایا:

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ[xx]

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں تمہارے رب نے تم پر کیا کیا چیزیں حرام کی ہیں:

(۱) یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو،
(۲) اور والدین کے ساتھ احسان کرو،
(۳) اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیتے ہیں،
(۴) اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی ہوں۔

ایک اور جگہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ[xxi]

اے لوگو! دیکھو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کا تمہیں علم نہیں کہ وہ اللہ نے فرمائی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا آپ غیرت کرتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَاللَّهِ إِنِّي لَأَغَارُ، وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي، وَمِنْ غَيْرَتِهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ[xxii]

اللہ کی قسم بے شک میں بخشنے والا ہوں اور اللہ تعالی مجھ سے بھی زیادہ بخشنے والا ہے۔ اور اللہ کی بخشنے والی صفت کا ایک حصہ یہ ہے کہ اس نے فحش کاموں (بے شرمی، بے حیائی اور بدکاری) سے منع فرمایا ہے۔

امت مسلمہ آج دنیا میں ذلت و خواری اور انتہائی کمزوری کا شکار ہے اور آخرت کا شدید ترین اور ابدی عذاب بھی ان کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ کیا ایسا تو نہیں کہ ہم نے بھی آیت کے مصداق ترک اعمال صالح کو اپنا شیوہ اور فحاشی و بے حیائی کو اپنی فطرت ثانیہ بنالیا ہے؟ اور ہم اللہ کی وعید کے مصداق بن رہے ہیں؟ یہ امر ہم سب کے لیے باعث فکر ہے۔ اگر امت مسلمہ ذلت و خواری کی اس عمیق غار سے نکلنا چاہتی ہے اور آخرت کے عذاب سے بچنا چاہتی ہیں تو دین اسلام کی طرف پلٹ آئیں اور شریعت اسلامی یعنی قرآن و حدیث کے سانچے میں ڈھل کر اپنے گھر اور زندگی کے خواص پر عمل پیرا ہوں۔ تب جا کر آخرت کی کامیابی و کامرانی ان کا مقدر ہو گی اور دنیا میں بھی عزت و سربلندی نصیب ہو گی۔

ہم سوداگران فحش کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے عذاب سے ذرا ڈر جائیں اور اللہ کا خوف اختیار کرتے ہوئے فوراً اس بے حیائی کا روپہ ختم کر دیں۔ اور حکومت وقت کو بھی ہم تنبیہ کرتے ہیں کہ وہ اس دن کی آمد سے پہلے، جب وہ سب سے زیادہ کمزور اور بے اختیار ہوں گے، آج اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے فحاشی کے اس تمام سامان کو فروغ دینے سے بند کرنے کے لیے واضح اور سخت اقدامات کرے۔ تاکہ ان کا عمل انہیں آخرت کے شدید عذاب سے بچالے۔

نتائج

اس تحقیق سے مندرجہ ذیل اہم نتائج اخذ کیے گئے ہیں:

مغربی فکری یلغار:

عورت مارچ میں اٹھائے جانے والے نعرے اور پلے کارڈز (جیسے "میرا جسم میری مرضی"، "شادی کے علاوہ بہت کام ہیں"، "آوارہ، آزاد") براہِ راست مغربی تہذیب کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں اور معاشرے میں بے حیائی و فحاشی کو فروغ دینے کا ذریعہ ہیں۔

اسلامی تعلیمات سے دوری:

ان نعروں میں خاندانی نظام، شرم و حیا اور عورت کی فطری ذمہ داریوں (ماں، بیوی، بہن) کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں عورت کو جو مقام حاصل ہے، اس تحریک کے ذریعے اسے گھر سے نکال کر محض ایک جنسی علامت اور محنت کرنے والی مشین میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

دوہرے معیار کی سیاست:

یہ تحریک صرف نام نہاد "اعلیٰ طبقے" کے مسائل پر توجہ دیتی ہے۔ جب کہ باقی مسلم دنیا کی مظلوم مسلمان خواتین پر ہونے والے مظالم کے خلاف یہ آواز بلند نہیں کرتی۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ تحریک مغربی ایجنڈے کے تحت چلائی جا رہی ہے۔

اخلاقی زوال کا پرچار:

پلے کارڈز پر موجود عبارتیں (جیسے "طلاق یافتہ لیکن خوش"، "ڈک پکس اپنے پاس رکھ"، "اگر دوپٹہ اتنا پسند ہے تو آنکھوں پہ ڈال دو") معاشرے میں غیرت، شرم و حیا جیسے اعلیٰ اخلاقی اقدار کو تمسخر کا نشانہ بنا رہی ہیں۔ یہ نعرے نکاح کے تقدس کو ختم کر کے آزاد جنسی تعلقات کو فروغ دیتے ہیں۔

شریعت کے احکام سے تصادم:

"عورت بچے پیدا کرنے کی مشین نہیں" اور "یہ چادر یہ چار دیواری گلی سڑی لاش آپ کو مبارک" جیسے نعرے شریعت کے واضح احکام (پردہ، حیا، اولاد کی تربیت) کے خلاف ہیں۔ تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ اسلام نے عورت کو معاشی، معاشرتی اور قانونی حقوق چودہ سو سال پہلے دے دیے تھے، جب کہ مغرب میں یہ حقوق بیسوی صدی میں دے کر عورت کو دھوکہ دیا گیا ہے۔

خاندانی نظام کی کھوکھلی:

ان پلے کارڈز کا مقصد عورت کو اس کے قدرتی کردار (گھر کی دیکھ بھال، بچوں کی تربیت) سے متنفر کرنا ہے۔ اگر یہ رجحان جاری رہا تو معاشرہ انہی راہوں پر گامزن ہو جائے گا جہاں آج مغربی معاشرے ناجائز اولاد اور تنہا بزرگوں کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔

تجاویز

مندرجہ بالا نتائج کی روشنی میں، درج ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

1. **اسلامی تعلیمات کا فروغ :** حکومت اور دینی ادارے مل کر خواتین میں قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کریں۔ عورت کو یہ بتایا جائے کہ اسلام نے اسے باپ، بھائی اور شوہر کی معاشی جبر سے آزاد کر کے عزت دی ہے، غلامی نہیں۔

2. **پردہ اور حیا کی اہمیت :** میڈیا اور اسکولوں میں پردہ اور حیا کی اہمیت پر سیمینارز اور لیکچرز کا اہتمام کیا جائے۔ عورت کو یہ سمجھایا جائے کہ اس کی زیبائش اور تحفظ اس کے گھر اور حجاب میں ہے، نہ کہ بے پردہ ہو کر مارچ کرنے میں۔

3. **مغربی ثقافت کے خلاف قانونی کارروائی :** ان عناصر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے جو عورت مارچ کے نام پر فحش نعرے اور پلے کارڈز اٹھا کر اسلامی تہذیب کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ "میرا جسم میری مرضی" جیسے نعرے جرم تصور کیے جائیں کیونکہ یہ حقیقت میں خودکشی اور بدکاری کو فروغ دیتے ہیں۔

4. **مظلوم مسلم خواتین کے حق میں آواز :** عورت مارچ کی نام نہاد تنظیموں کو چاہیے کہ وہ اپنا ایجنڈا چھوڑ کر فلسطین، کشمیر، میانمار اور افغانستان کی ان خواتین کے لیے آواز اٹھائیں جو اصل میں یہودی اور ہندو ظلم کا شکار ہیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتیں تو یہ ثابت ہے کہ یہ محض ایک پاپی شو ہے۔

5. **خاندانی نظام کی مضبوطی :** شادی اور خاندان کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لیے قوانین بنائے جائیں۔ عورت کو یہ باور کرایا جائے کہ گھر سنبھالنا اور بچوں کی تربیت کرنا کوئی "غلامی" نہیں، بلکہ سب سے بڑی عبادت اور قیامت میں کامیابی کا سبب ہے جبکہ دفتروں میں مردوں کے ساتھ اختلاط کرنا محض مشقت ہے۔

6. **مخلوط تعلیم پر پابندی :** ابتدائی تعلیم سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک مخلوط تعلیم کے نقصانات کو کم کرنے کے لیے علیحدہ ادارے قائم کیے جائیں تاکہ بچیاں غیر شرعی تعلقات میں پڑنے سے بچ سکیں اور انہیں اسلامی لباس (چادر/دوپٹہ) پہننے کی ترغیب دی جائے۔

7. **اختتامیہ:** عورت مارچ کو جائز تحریک سمجھ کر اسے فنڈز دینے کے بجائے، اسلامی فلاحی ریاست کی تشکیل نو کی جائے جہاں عورت کو اس کا اصلی مقام اور عزت واپس مل سکے، جس کی وہ مستحق ہے۔

حوالہ جات

---

[i] سورۃ القصص، آیت 25

[ii] سورت النساء، آیت 19

[iii] بخاری، محمد بن اسماعیل۔(1997)۔ صحیح البخاری۔ ریاض: دار السلام۔

[iv] سورت النساء، آیت 19

[v] بخاری، محمد بن اسماعیل۔(1997)۔ صحیح البخاری۔ ریاض: دار السلام۔

[vi] سورت النساء، آیت 34

[vii] ترمذی، محمد بن عیسیٰ۔(2000)۔ جامع الترمذی۔ ریاض: دار السلام۔

[viii] بخاری، محمد بن اسماعیل۔(1997)۔ صحیح البخاری۔ ریاض: دار السلام۔

[ix] سورۃ النور، آیت 30-31

[x] سورۃ احزاب، آیت 33

[xi] مسند البزار، مسند ابی حمزہ انس بن مالک، ۱۳/۳۳۹، الحدیث ۶۹۶۲

[xii] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث۔(2000)۔ سنن ابی داؤد۔ ریاض: دار السلام، حدیث ۲۰۵۰

[xiii] سورۃ البقرہ، آیت: 191، سورۃ الانفال، آیت: 73

[xiv] سورۃ الاحزاب، آیت ۵۹

[xv] ضیاء القرآن، جلد ۴، ص ۹۴

[xvi] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث۔(2000)۔ سنن ابی داؤد۔ ریاض: دار السلام، کتاب الجهاد، حدیث: 2488۔

[xvii] سورۃ النور، آیت 19

[xviii] بخاری، محمد بن اسماعیل۔(1997)۔ صحیح البخاری۔ ریاض: دار السلام۔

[xix] سورۃ الاعراف، آیت 33

[xx] سورۃ الانعام، آیت 151

[xxi] سورۃ البقرۃ، آیت 128-129

[xxii] بخاری، محمد بن اسماعیل۔(1997)۔ صحیح البخاری۔ ریاض: دار السلام، حدیث 5220